## بحث و نظر

# اسلام میں پناہ گزینوں کے حقوق

——— مولانا سلطان احمد اصلاحی

موجودہ دور میں 'حقوقِ انسانی' کے مسئلے میں مختلف حیثیتوں سے ترقی اور بہتری کے کھلے اعتراف کے باوجود، بہت سارے پہلوؤں سے یہ مسئلہ ہنوز حل طلب اور اربابِ علم و عمل کی توجہ کا طالب ہے۔ انہی میں سے ایک 'پناہ گزینوں' کے حقوق کا بھی مسئلہ ہے۔ عام انسانی حقوق کے سلسلے میں اسلام کے حوالہ سے بہت کچھ کہا جا چکا ہے[1] اور کہا جا سکتا ہے، اسی دوسری شق کے ذیل میں زیرِ نظر تحریر میں 'پناہ گزینوں' (مستامنین) کے مسئلے میں اسلام کی تعلیمات کا جائزہ لینا مقصود ہے کہ وہ ان کی کون کون سی قسمیں قرار دیتا ہے اور ہر ایک کے کیا حقوق مقرر کرتا ہے اور ان کے لیے کن سہولتوں کا بہم پہنچانا اپنے لیے ضروری قرار دیتا ہے۔ لیکن اس بحث کو شروع کرنے سے پہلے ہمیں معاصر دنیا میں 'پناہ گزینوں' کے مسئلہ پر ایک نظر ڈالنی چاہیے۔

## پناہ گزینوں کا مسئلہ ـ معاصر منظر نامہ

حقوقِ انسانی کے دیگر بہت سارے مسائل میں 'پناہ گزینوں' کا مسئلہ آج کی ترقی یافتہ دنیا میں پوری شدت کے ساتھ موجود ہے، اس کے اندازے کے لیے معاصر دنیا کے احوال پر ایک سرسری نظر ڈال لینی ہی کافی ہے، رواں عیسوی صدی کے نصفِ اول میں جنگِ عظیم اول و دوم کے پس منظر میں آبادیوں کی جو اتھل پتھل ہوئی اور پناہ گزینی کے سنگین مسائل سامنے آئے اس کی تفصیلات میں نہ جاتے ہوئے ماضی قریب اور حال کی اس کی صورت حال بھی اس کی شدت اور عمومیت کا اندازہ کرانے کے لیے کافی ہے۔ سنہ ۱۹۷۱ء میں برصغیرِ ہند میں بنگلہ دیش کی لڑائی میں قریب ایک کروڑ پناہ گزین

ہندوستان میں آئے جو اس سال کے آخر میں اس ملک کی آزادی تک ہمارے ملک میں مقیم رہے۔ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۸ء تک کی عراق ایران کی لڑائی میں بھی ان کا مسئلہ سامنے آیا۔ ۱۹۹۰ء میں عراق کے کویت پر حملے کے وقت بھی اس کا اعادہ ہوا۔ اسرائیل اور فلسطین کے تنازعہ کا بھی یہ ایک مستقل حصہ ہے۔ افغانستان اور روس کی لڑائی اور اس ملک پر اس کے قبضہ ۱۹۸۰ء تا ۱۹۹۰ء کے دوران بھی اس کا مسئلہ رہا۔ تازہ مثالوں میں بوسنیا کی جنگ میں اور اس وقت جاری چیچنیا پر روس کی جارحیت میں اس کے مسائل سے دنیا دوچار ہے۔ برِاعظم افریقہ میں کسی نہ کسی ملک میں اس کا لگاتار سلسلہ رہتا ہے جس کی تفصیلات کو دہرانے کی بہت زیادہ ضرورت نہیں معلوم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی پناہ گزینی کا یہ مسئلہ دنیا کے مختلف خطوں میں مختلف بہانوں سے سامنے آتا رہتا ہے۔ جن میں دیگر خطوں اور علاقوں کے علاوہ نئی دنیا امریکہ کا جنوبی حصہ خصوصی طور پر شامل ہے۔ جس کے حالات اس پہلو سے جنوبی افریقہ سے بہت زیادہ مختلف نہیں ہیں۔ پڑوسی ملک برما (میانمار) کو اس بحث میں نظرانداز نہیں کیا جا سکتا جہاں کی جابرانہ حکومت ایک عرصہ سے اپنی آبادی کے ایک حصے کو پناہ گزینوں کی زندگی گزارنے کے لیے مجبور کیے رہتی ہے۔ ایسا ہی ہمارا دوسرا پڑوسی سری لنکا ہے جس کے پناہ گزینوں کا مسئلہ دوسرے پس منظر کے ساتھ اس کا مستقل دردِ سر ہے۔

## پناہ گزینوں کی مختلف قسمیں

اس پس منظر میں موٹے طور پر پناہ گزینوں کی چار قسمیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ۱۔ غیر مسلم غیر مسلم کے یہاں پناہ گزیں ہو۔ ۲۔ مسلمان غیر مسلم کے یہاں پناہ گزیں ہو۔ ۳۔ مسلمان مسلمان کے یہاں پناہ گزیں ہو، اور ۴۔ غیر مسلم مسلمان کے یہاں پناہ گزیں ہو۔ پہلی دو قسموں کے سلسلے میں ہم کو بہت زیادہ نہیں کہنا ہے۔ غیر مسلم غیر مسلم کے یہاں پناہ گزیں ہو یا مسلمان غیر مسلم کے یہاں پناہ گزیں ہو، ان دونوں صورتوں میں اصل عامل اور موثر متعلق غیر مسلموں کا دین و مذہب، ان کی تہذیب اور ان کی اقدار و روایات ہیں۔ ان کا جو تقاضا ہو یہ لوگ اپنے غیر مسلم / مسلم پناہ گزینوں سے اسی کے مطابق معاملہ

کرے

کریں گے۔ اسلام کا رول، ان کے سلسلے میں، اپنے تبلیغ اور تلقین کے معروف اصول سے ان لوگوں کو ان کے ساتھ حق وانصاف کے تقاضوں کو زیادہ سے زیادہ ملحوظ رکھنے کی تلقین اور رائے عامہ کو اس کے حق میں زیادہ سے زیادہ ہموار کرنا ہے۔ حق وانصاف اور ناموسِ انسانیت کی حفاظت کی اپنی معروف قدروں کے حوالہ سے مخصوص حالات میں فتنہ وفساد سے بچتے ہوئے اس نیک مقصد کے لیے وہ بالواسطہ اور بلاواسطہ طاقت کا استعمال بھی کرسکتا ہے۔ لیکن یہ بہت ہی مخصوص صورتِ حال ہے جس کی اپنی ایسی ہی بہت خاص شرطیں ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ اس مسئلے میں اسلام کی اصل دلچسپی آخری دو قسموں سے ہے۔ اور انہی کے حوالے سے اس کے سلسلے میں اس کی تعلیمات وہدایات کی خوبی اور جامعیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ دوسری صورت کے لیے اسلام کی تاریخ سے ہجرت حبشہ اور شاہ حبشہ کے کردار کی نظیریں ہیں۔ خدانا کردہ آج کے حالات میں اس کی کوئی مثال سامنے آئے تو اس تاریخ کے حوالہ سے وہ اپنے لیے شاہِ حبشہ کے اسی کردار کی توقع رکھتے ہیں جو اسلام کی روشن تاریخ کا انتہائی زریں باب ہے۔ اس کی تفصیلات ایک الگ مقالے بلکہ الگ کتاب کا موضوع ہیں۔ مراجع کے وسیع اور گہرے جائزے سے اس کی جزئیات میں نئے اور اچھوتے پہلوؤں کو سامنے لایا جاسکتا ہے[۲۸]

## مسلمان کی مسلمان کے یہاں پناہ گزینی

پہلی دو قسموں کی طرح اس تیسری قسم کا مسئلہ بھی بڑی حد تک صاف ہے۔ اسلام میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق بتائے گئے ہیں۔ قرآن وحدیث میں جس طرح ان کو آپس میں بھائی بھائی اور ان کو ایک جسم کے مانند قرار دیا گیا ہے اور ایک کے آرام کو دوسرے کا آرام اور اس کی تکلیف کو دوسرے کی تکلیف بتایا گیا ہے[۲۹] تو اسلام کی یہ تعلیمات آخری درجہ تک عمومی، مطلق اور بین الانسانی نوعیت کی حامل ہیں۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں ان حقوق کی ادائیگی اور ان کے وجوب کے لیے صرف اسلام اور دین کے رشتہ کا حوالہ کافی ہے۔ ذات برادری، پیشہ وحرفت، رنگ ونسل اور زبان اور علاقے کی بنیاد پر اس سلسلے میں مسلمان اور مسلمان میں کسی تفریق اور امتیاز کی گنجائش نہیں ہے جیسا کہ اسلام کی ابتدائی تاریخ کی دوسری مثال میں انصار اور مہاجرین کے

مثالی کردار میں اس کے نمونے کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اسلامی تاریخ کا یہ بھی بڑا درخشاں اور اہم باب ہے اور اس کی تفصیلات میں بھی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے حاصل ہونے والے عبرت و نصیحت کے سبق کبھی پرانے نہیں ہو سکتے اور نئی تلاش اور تحقیق سے اس کے اچھوتے پہلوؤں سے آج بھی معاصر ادب کو مالا مال کیا جا سکتا ہے[۳۴] پناہ گزینوں کی اس تیسری قسم میں یہ بات تو واقعۃً بڑی بد قسمتی کی ہوگی کہ مسلمان اکثریتی ملکوں میں جن کی اپنی الگ اور خود مختار حکومتیں ہوں، ناسمجھی اور نادانی سے وہاں ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ ایک مسلمان ملک سے دوسرے مسلمان ملک میں ایک ہی خدا اور ایک ہی رسول کے ماننے والے مسلمانوں کی منتقلی عمل میں آئے۔ وہ گھر سے بے گھر اور کام سے بے کام ہو جائیں۔ جیسا کہ عراق ایران اور عراق اور کویت کی حالیہ لڑائیوں میں ہوا، جس کے بقایا جات کو نپٹانے کا کام ہنوز جاری ہے۔ اس سلسلے میں متعلقہ مسلمان حکومتیں اپنے کیے کا جواب اللہ کے یہاں دیں گی۔ مسلک، زبان اور نسل کے کسی فرق کے بغیر جہاں تک عام مسلمان پناہ گزینوں کا سوال ہے، کسی تحفّظ اور کسی تنگی کے بغیر اخوتِ اسلامی کے رشتے سے میزبان مسلمانوں کے لیے ان کی ہر طرح سے خبر گیری، دلجوئی ان کی امداد اور اعانت اپنی قدرت اور صلاحیت کی آخری حد تک ان کے اوپر واجب ہے اور پناہ گزینوں کی جب تک یہ حالت قائم رہے اور وہ اس کے لیے مجبور ہوں، ان کے ہم مذہب میزبانوں پر یہ مدد اور اعانت بدستور واجب رہے گی۔ اسلام میں عام میزبانی کی مدت تین دن ہے۔ جس کے بعد بلا ضرورت مہمان کے میزبان کے یہاں پڑے رہنے کی حدیث میں ممانعت ہے[۳۵] اس سے ذمہ دار مسلمان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ بلا ضرورت اور بغیر مجبوری کے خواہ مخواہ کے لیے اپنی پناہ گزینی کو طول نہیں دے گا اور جیسے ہی حالات ساز گار ہوں گے وہ اپنے ملک اور اپنے وطن پہنچ جانے کے لیے بے چین ہوگا۔ لیکن اس خواہش کے علی الرغم، اگر اس کے احوال درست نہیں ہوتے ہیں تو مسلمان میزبان کے لیے اس کی نسبت سے جلدی اور اکتاہٹ کا رویّہ کسی طرح سے مناسب نہیں ہوگا۔ متعلق مسلم حکومت اور مسلم عوام دونوں کے تعاون سے یہ مسئلہ حل کیا جائے اور کسی شخص پر اس کی طاقت سے اوپر بوجھ نہ پڑنے پائے۔ متعلق حکومت کے وسائل اگر اس کے لیے کفایت نہ کریں تو عالمی سطح پر درجہ بدرجہ

مسلمان حکومتوں اور مسلم عوام کا اشتراک اور تعاون اس کام میں ضروری ہے۔ دین کے رشتے میں حد بندیوں کے غیر قائل اسلام کے بین الانسانی کردار کا یہ عین تقاضا ہے۔ قیامت تک کے لیے یہ اس کی سب سے بڑی امتیازی شناخت ہے جس کو کسی حال میں مدّھم اور مضمحل نہیں ہونے دیا جانا چاہیے۔ جیسا کہ آگے تفصیل آتی ہے جب غیر مسلم پناہ گزینوں کے سلسلے میں اسلام اپنے ماننے والوں کو اکتاہٹ اور جلد بازی سے منع کرتا ہے تو مسلمان پناہ گزینوں کے لیے اس کی اس ممانعت کی شدت اور تاکید کو آسانی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے۔

مسلمان پناہ گزینوں کے سلسلے میں ان کے ہم مذہب میزبانوں کی ذمہ داری اس صورت میں مزید بڑھ جائے گی جبکہ وہ کسی غیر مسلم حکومت کے ظلم وستم سے عاجز آکر کسی مسلمان مملکت میں پناہ لینے کے لیے مجبور ہوں۔ اس سلسلے میں سورۂ نساء کی آیات: ۷۵، ۷۶ اور ۹۷ تا ۱۰۰ سے ہم کو رہنمائی ملتی ہے:

| | |
|---|---|
| وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي | اور تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اللہ کے |
| سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ | راستے میں اور ان کمزور مردوں، عورتوں |
| مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ | اور بچوں کی خاطر جنگ نہیں کرتے جن کی زبان |
| الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا | پر ہر وقت بس یہی ایک بات ہوتی ہے |
| مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ | کہ ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکالیے جس کے |
| أَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ | لوگ ظلم پر آمادہ ہیں اور ہمارے لیے اپنی طرف سے |
| وَلِيًّا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ | کسی کو چارہ گر بنائیے اور ہمارے لیے کسی کو اپنی طرف سے |
| نَصِيرًا ۞ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ | مددگار بنائیے جو ایمان والے ہیں وہ اللہ کی راہ میں |
| فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا | جنگ کرتے ہیں اور جو کفر والے ہیں وہ غیر اللہ (طاغوت) |
| يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ | کی راہ میں لڑائی لڑتے ہیں تو (اے مسلمانو!) |
| فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۖ | تم شیطان کے ہم نشینوں سے جنگ کرو |
| إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ | (اور ان کی چالوں کو ناکامیاب کرو) اچھی |
| ضَعِيفًا ۞ | طرح سمجھ لو کہ شیطان کی چال میں کوئی دم |
| (نساء: ۷۵، ۷۶) | نہیں ہے۔ |

اس آیتِ کریمہ کی عبارت النص سے ظالم اور جابر حکومتوں کے درمیان پھنسے کمزور مردوں اور بچوں کے حقوق کی بحالی کے لیے جنگ کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ جسے قرآن تاکید ایک سے دو بار اللہ کی راہ میں جنگ سے تعبیر کرتا ہے۔ اس کی اشارۃ النص سے ایسے کمزوروں کے، اپنا گھر بار چھوڑ کر دوسری جگہ پناہ گزیں ہوتے کا اضافی نکتہ ہاتھ آتا ہے۔ وہ ہنوز نکل نہیں پا رہے ہیں۔ لیکن جیسے ہی موقع ملے وہ اس کے لیے بالکل تیار بیٹھے ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس سے پناہ گزینوں کے دائرے کی وسعت کا پتہ چلتا ہے جن میں مردوں کے ساتھ بچے اور عورتیں بھی شامل ہیں۔ دوسرے لفظوں میں افراد ہی نہیں بلکہ پورے کے پورے خاندان اور بستیاں کی بستیاں پناہ گزینی کے لیے مجبور ہو سکتی ہیں اور ان دونوں ہی صورتوں میں مسلمان فرد معاشرے اور حکومت کی طرف سے ان کے حقوق کی ادائیگی ہونی چاہیے۔ آگے کی آیاتِ کریمہ سے یہ نکتے مزید واضح ہوتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ ؕ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا ؕ فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۙ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَۃً وَّلَا یَھْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ۙ فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْھُمْ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ | ہاں جن لوگوں کی فرشتے جان نکالیں گے، دریں حالیکہ وہ (سرزمین کفر و شرک میں دینداری کے تقاضوں کو پورا نہ کر کے) اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہوں گے تو وہ ان سے پوچھیں گے کہ یہ تم کس حال میں پڑے رہ گئے۔ اس پر ان کا جواب ہوگا کہ ہم اپنے ملک میں دبائے ہوئے تھے (جس سے کہ دینداری کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتے تھے) تو وہ کہیں گے کیا اللہ کی سرزمین پھیلی ہوئی نہیں تھی کہ تم (اپنے وطنِ مالوف کو چھوڑ کر) اس میں ہجرت کر جاتے۔ تو یہ لوگ ہیں کہ ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ اس سے صرف کمزور مردوں، |

| | |
|---|---|
| وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّ سَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ | عورتوں اور بچوں کا استثناء ہے جو اپنے لیے کوئی تدبیر کرنے سے قاصر ہوں اور اپنے لیے کوئی راہ نہ نکال سکیں تو ایسے لوگوں کے بارے میں امید کی جاتی ہے کہ اللہ انھیں معاف کردے اور وہ تو ہے ہی عفوو درگزر سے کام لینے والا اور بخشنے والا۔اور جو کوئی اللہ کے راستے میں اپنا گھر بار چھوڑے گا تو دنیا میں اس کے لیے بہت سارا ٹھکانا اور کشادگی ہاتھ آئے گی اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف ہجرت کے سچے ارادے سے اپنے گھر بار سے نکلے اور راسی اثناء میں اسے موت آجائے تو اللہ کے اوپر اس کا بدلہ پکا ہو چکا اور اللہ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ |
| (النساء: ۹۷-۱۰۰) | |

ان آیاتِ کریمہ میں ان مسلمانوں کو توبیخ ہے جو ترکِ وطن کی قدرت کے باوجود دینداری کے لحاظ سے ناموافق ماحول میں بدستور پڑے رہتے ہیں۔اس سے صرف کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کا استثناء ہے جو اس کی راہ نکالنے سے قاصر ہوں۔ان آیات کے ظاہر الفاظ سے دینداری کے لحاظ سے ناموافق ماحول کے ترک کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔آج کے حالات میں ضمناً اس کا یہ مفاد سامنے آتا ہے کہ عالمیت کے رجحان (Globlisation) کی سہولت سے کسی مسلمان کے لیے اپنی جائے قیام اور سکونت کے انتخاب کے لیے صرف شہری سہولیات اور مادی اسباب کو ہی پیشِ نگاہ نہیں رکھنا چاہیے بلکہ اصلاً اس کی نظر دینداری پر مرکوز ہو۔جس شہر اور جس ملک کا ماحول کسی کی دینداری میں جس قدر معاون ہو مخصوص معاملات اور مخصوص ترجیحات سے ہٹ کر اپنے رہنے بسنے کے لیے آدمی کو اسی شہر اور اسی ملک کا انتخاب کرنا چاہیے۔ان آیات کا باریک

مفہوم زیرِنظر بحث کے پس منظر میں یہ کہ دین پر عمل کے لیے جب اپنی مالوف سرزمین کو چھوڑنے کی یہ ترغیب بلکہ تاکید ہے تو اس کے نتیجے میں متوقع مسلمان میزبان کو بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہیے اور اس کارِخیر میں اس کا زیادہ سے زیادہ اشتراک اور تعاون ہونا چاہیے آخری آیتِ کریمہ کے الفاظ 'مُرَاغَمًا وَّسَعَةً' سے یہ باریک بات نکلتی ہے کہ ہر حال میں پناہ گزیں کی قسمت تنگ و تاریک مکان اور معاشی تنگ حالی اور پریشانی ہی نہیں ہے، بلکہ اللہ کی طرف سے اس کے برعکس اس کے لیے کشادہ رہائش اور خوش حال زندگی کی خوش خبری ہے۔ بلاشبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے پسندیدہ بندوں کے لیے غیب سے تو اس کے اسباب پیدا کرتا ہی ہے لیکن کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان کے لیے ان نعمتوں کے حصول کا ایک ذریعہ وہ اپنے ایسے ہی دوسرے منظورِنظر بندوں کو بنائے۔ مزید ان آیاتِ کریمہ میں مردوں، عورتوں اور بچوں کا ذکر اگرچہ مطلق ہے لیکن فحوائے کلام سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اہلِ ایمان سے متعلق ہے اور اسی سے ان سے ایک مسلمان کے اوپر دوسرے مسلمان پناہ گزین کے حقوق کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ عام حالات میں تو یہ ترکِ وطن کا فرار غیر مسلم حکومتوں سے ہی متعلق ہے۔ لیکن مخصوص حالات میں شریعت سے منحرف نام نہاد مسلم حکومتیں بھی اس کے دائرے میں اسی طرح آتی ہیں، جیسا کہ حال کی تاریخ میں بدقسمتی سے عالم اسلام کے حوالہ سے اس کی مثالیں نایاب نہیں ہیں۔

اس سلسلے میں آخری بات یہ کہ نظامِ مملکت کی سیکولر روایت کی پیروی میں غیر مسلم حکومتوں کی طرح عمومی طور پر مسلمان حکومتیں بھی پناہ گزینوں کے معاملے میں دل تنگ ہیں۔ آج کے عالمِ عرب اور عالمِ اسلام میں کسی غیر ملکی مسلمان کے لیے شہریت کا مسئلہ تو کٹھن ہے ہی، اس سے بڑھ کر مشکل پناہ گزینی کا مسئلہ ہے۔ کوئی مسلمان ملک بدقت تمام ہی کسی دوسرے ملک کے پناہ گزینوں کو اپنے یہاں قبول کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ قریب تیس سال سے بنگلہ دیش میں پھنسے پانچ لاکھ بہاری مسلمانوں کا معاملہ اس کی زندہ مثال ہے۔ بنگلہ دیش میں ان کی زندگی اجیرن ہے اور مملکتِ خداداد پاکستان اپنے ہزار وعدوں اور یقین دہانیوں کے باوجود آج تک ان بدقسمت مسلمانوں کو اپنے یہاں آباد کرنے کو تیار نہیں ہے۔ اس سلسلے میں بلاشبہ بین المملکتی مصلحتوں کا لحاظ رکھا جائے کہ یہ مصلحتیں بھی شریعت کا ناگزیر حصہ ہیں۔ کچھ مسلمان ممالک آبادی کے اپنے مسائل کو دوسروں پر لاد کر آرام سے رہنے کی

ہوشیاری کا مظاہرہ نہ کریں لیکن معقول وجوہ سے، بالخصوص دین وشریعت پر عمل کے حوالہ سے، کسی غیر مسلمان/مسلم ملک سے مسلمانوں کی کسی جماعت کی مہاجرت ہوتی اور وہ ترک وطن کے لیے مجبور ہوتے ہیں تو پھیلے ہوئے عالم اسلام کی دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے سینے کو ان کے لیے کھلا رکھے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد صرف ہجرت کی فرضیت ساقط ہوئی ہے[۱۱] اس کا ندب واستحباب قیامت تک کے لیے باقی ہے۔ معقول وجوہ سے اگر یہ مہاجرت ہوگی تو آج کے مسلمانوں کو درجہ کے فرق سے 'انصارِ مدینہ' کا کردار ادا کرنا ہوگا اور آبادی کے اضافی بوجھ سے اپنے عیش کو کرکرا کرنے کا ان کا عذر خدا اور رسولؐ کی نظروں میں ہرگز ہرگز قابلِ تسلیم نہ ہوگا۔

## غیر مسلم کی مسلمان کے یہاں پناہ گزینی

'اسلام میں پناہ گزینوں کے حقوق' کی بحث دراصل اسی عنوان سے شروع ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں اسلام کی دلچسپی کا اندازہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ اس کے یہاں شہریوں کی مستقل قسموں میں ایک مستقل قسم پناہ گزین 'مستامن' کی ہے۔ معلوم ہے کہ شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں شہری تین طرح کے ہیں۔ ۱۔ مسلمان۔ یعنی کہ اسلامی ریاست کا مستقل اصل شہری۔ ۲۔ ذمی۔ اسلامی ریاست کا مستقل غیر مسلم شہری جس کے مخصوص حقوق اور اختیارات اسلامی ریاست تسلیم کرتی ہے[۱۲] اور ۳۔ مستامن دارالحرب کا غیر مسلمان شہری جو کسی مدت مخصوص کے لیے دارالاسلام میں قیام کا خواہش مند ہو فقہِ اسلامی میں پہلے دونوں شہریوں کی طرح 'مستامن' کے حقوق واختیارات بھی پوری تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں جن کے لیے متعلقہ مآخذ سے رجوع کیا جاسکتا ہے[۱۳] لیکن اس موقع پر اس بحث میں ہم صرف اس سے متعلق سورۂ توبہ کی دستوری آیتِ کریمہ کے نکات کو کھولنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس کے آئینے میں مسئلہ کے اہم پہلوؤں اور اس کے دیگر متعلقات کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے اور موقع اور ضرورت کی مناسبت سے اس کی جزئیات اور تفصیلات مرتّب کی جاسکتی ہیں۔

| | |
|---|---|
| وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ | مشرکوں (اور کافروں) میں سے کوئی اگر |
| اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى | تمہاری پناہ کا طالب ہو تو تم اس کو یہ پناہ |

| | |
|---|---|
| يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ | فراہم کر دیہاں تک کہ اس کو اللہ کا کلام |
| مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ | سننے کا موقع مل جائے۔ پھر تم اس کو اس |
| لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ | کے اطمینان کی جگہ پر پہنچا دو۔ یہ اس لیے کہ |
| (توبہ: ٦) | یہ وہ لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے ہیں۔ |

اس آیتِ کریمہ کے سلسلے میں سب سے پہلی بات دیکھنے کی یہ کہ یہ سورہ توبہ کی آیت ہے۔ قرآن کی یہ واحد سورہ ہے جو بسم اللہ سے خالی ہو کر اپنے آغاز میں رحمتِ رب کے تذکرے سے خالی ہے۔ توبہ کے علاوہ اس کا دوسرا معروف نام 'براۃ' ہے جس سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔ اس میں مشرکوں سے براۃ اور بیزاری اور ان کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ یہ 'اللہ کے عذاب' کی سورہ ہے۔ جیسا کہ اس کا دوسرا معروف نام یہی ہے۔[۹] اس کے باوجود اس سورہ کے اندر مشرک پناہ گزیں سے متعلق اوپر کی آیتِ کریمہ ہے جو اس لحاظ سے بہت معنی خیز ہے کہ اس کے بعد اس سے پناہ گزینوں کے لیے مستنبط ہونے والے حقوق کی غیر معمولی وسعت سامنے آتی ہے۔

## پناہ دینے کا وجوب

اس سلسلے میں پہلا غور طلب نکتہ یہ ہے کہ اس میں مسلمان کے اوپر کافر مشرک یعنی کہ غیر مسلم کو پناہ دینے کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ معروف اصول سے جبکہ کوئی مخصص نہ ہو 'امر' کا اقتضا وجوب ہے۔ اس لیے عام حالات میں اگر کوئی معتبر مصلحت اور ضرورت اس کے برعکس نہ ہو کسی کافر اور مشرک کے پناہ طلب کرنے پر مسلمان کے لیے اس کو پناہ دینا واجب ہے۔ جس طرح یہ بات فرد سے متعلق ہے اسی طرح اسلامی معاشرہ اور اسلامی حکومت سے متعلق ہے۔ کوئی کافر مشرک یا ان کی کوئی جماعت انفرادی یا اجتماعی طور پر ظلم و ستم کی شکار ہو اور وہ مسلمان فرد اور مسلمان حکومت سے پناہ کی طالب ہو تو عام حالات میں ان کے لیے انھیں پناہ فراہم کرنا واجب ہے اور ان عام حالات سے 'جنگی حالات' کا استثناد نہیں ہے کہ مسلمان معاشرہ یا مسلمان حکومت کسی کافر جماعت اور حکومت سے برسرِ نزاع اور برسرِ جنگ ہو تو کسی بھی حال میں ان کے کسی پناہ طلب کرنے والے کو مسلمانوں کے یہاں پناہ نہ ملے۔ اس لیے

کہ یہ آیت کریمہ جیسا کہ گزرا، سورہ براۃ کی آیت کریمہ ہے جو فتح مکہ کے پس منظر میں مدینہ میں اس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ جزیرۃ العرب میں مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان نزاع اور کشمکش اپنے نقطۂ عروج پر تھی۔ ظاہر ہے جب ان حالات میں مسلمانوں کے لیے اس کو واجب قرار دیا گیا تو اسی جیسے دوسرے حالات کا اس سے استثناء نہیں ہوسکتا۔ مخصوص حالات کا مطلب اس سے ہٹ کر یہ کہ مضبوط ترین قرائن اور یقینی ذرائع سے ایسے کافر مشرک کا پناہ کے بہانے سے جاسوس ہونا یا کسی دوسرے ذریعہ سے مسلمان معاشرے اور مسلمان حکومت کو نقصان پہنچانے کا ظنّ غالب حاصل ہوجائے۔ صرف اسی مخصوص صورت میں اس وجوب سے استثناء کی صورت پیدا ہوسکتی ہے۔

## اصلاح وتربیت کی فکر

دوسری بات اس دستوری آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس طرح کے پناہ گزیں / پناہ گزینوں کی نسبت سے صرف عام انسانی حقوق کا ادا کرنا ہی کافی نہیں ہے کہ ان کے کھانے پینے، رہائش اور دیگر ضروریاتِ زندگی کا سامان کیا جائے۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ان کی اصلاح وتربیت کا سامان کیا جانا ضروری ہے۔ جس کا سب سے موثر ذریعہ ہے کہ اس کے کان میں اللہ کا کلام پڑے، جس کی برکت سے وہ شرک وکفر کی تاریکی سے نکل کر اسلام کے اجالے میں آجائے۔ کلام کی ترتیب:

| | |
|---|---|
| فَأَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ | تو تم اس کو پناہ فراہم کرو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔ |

سے یہ اضافی نکتہ اپنے آپ نکلتا ہے کہ جلد رخصت کرنے کے بجائے اپنے یہاں اس کے قیام کو لمبا اور دراز کیا جائے، جس سے کہ بار بار اس کو اللہ کے کلام کو سننے کا موقع ملے۔ ظاہر ہے یہاں پر یہ سننا برائے سننا نہیں ہے بلکہ یہ ہدایت کے مقصد سے ہے۔ جیسا کہ فقہ میں اس کی صراحت ہے اور اسی کی بنیاد پر اسلام میں غیر مسلم کے قرآن اور علم دین کے حاصل کرنے کے حق کا اثبات کیا گیا ہے[۱۰] عام حالات میں یہ مقصد ایک دو بار سننے سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ بلاشبہ قرآن کی تاثیر غیر معمولی ہے۔ اور یہ عین ممکن ہے کہ اس کی کسی ایک آیت سے انسان کی کایا پلٹ ہوجائے اور وہ کفر وشرک سے تائب ہوکر اسلام کے

سایۂ رحمت میں پناہ لینے کے لیے اپنے کو مجبور پائے۔ لیکن عام حالات میں ایک عقیدے کو چھوڑ کر دوسرے عقیدے کو اختیار کرنے کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔ اس طرزِ ادا کا دوسرا نکتہ ہے کہ مسلمان گھر، معاشرے اور مسلمان حکومت میں ہر وقت کتاب اللہ اور کلام اللہ کا چرچا ہونا چاہیے۔ یہاں جو شخص آئے سب سے پہلے اور بار بار اس کے کان میں اللہ کی بات اور اس کا کلام پڑے اور مختصر سے مختصر قیام میں بھی وہ اس کی فیض بخشیوں سے اپنے کو محروم نہ رکھنے پائے۔ حَتّٰی یَسۡمَعَ کَلٰمَ اللّٰہِ (یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے) اس کی اس کے علاوہ دوسری بلاغت یہ ہے کہ یہ پناہ گزیں ایک طرح سے مسلمان گھر، معاشرے اور حکومت کا مہمان ہے۔ اس کے اوپر بوجھ نہ ہو کہ مخصوص حالات کا فائدہ اٹھا کر اس کے اوپر زبردستی اپنے عقیدے اور مذہب کو تھوپا جارہا ہے۔ اسی لیے یہ نہیں کہا کہ یہاں تک کہ تم اس کو اللہ کا کلام سنادو' حتی تُسمع کلٰم اللہ، بلکہ یہ کہا کہ 'یہاں تک کہ وہ اللہ کے کلام کو سن لے، حَتّٰی یَسۡمَعَ کَلٰمَ اللّٰہِ۔ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ اس نیت سے اس کو اللہ کا کلام سنانے کی ممانعت ہے۔ بلکہ طرزِ ادا کی نزاکت ہے کہ یہ کام اس طرح انجام پائے کہ مہمان کے لیے یہ گرانی کا باعث نہ ہو۔ اس سلسلے کا آخری نکتہ یہ ہے کہ یہ بات مخاطب عرب کے پس منظر میں کہی گئی ہے جس کے سامنے قرآن کی سادہ تلاوت بھی اس کے معانی ومفاہیم کے ادراک کے لیے بالکل کافی تھی۔ اس سے یہ اپنے آپ نکلتا ہے کہ جہاں مشرک پناہ گزیں عربی داں اور قرآن کا اسلوب آشنا نہ ہو وہاں اس کے سامنے اللہ کے کلام کی تلاوت تو ہو ہی کہ اس کلام کی سادہ تلاوت بھی اپنا غیر معمولی اثر اور دلوں کو موڑنے کی ایسی ہی صلاحیت رکھتی ہے، اس سے آگے اس کی زبان اور اس کے اسلوب میں اس کے سامنے قرآن کے پیغام کو پیش کیا جائے۔ تلاوت کے ساتھ براہِ راست / بالواسطہ آڈیو اور ویڈیو کے ذریعہ اس کو قرآن کا ترجمہ اور تفسیر سنائی جائے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ اس کے معنوی وجود میں دلچسپی لی جائے اور مادی ضیافت سے بڑھ کر اس کی روحانی اور معنوی ضیافت کا اہتمام کیا جائے۔

## اکتاہٹ سے گریز

یہ نکتہ ضمناً اوپر آچکا ہے لیکن آیتِ کریمہ کے آگے کے بیان سے اس کی مزید تاکید

ہوتی ہے:

ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ — پھر تم اس کو اس کے اطمینان کی جگہ پہنچا دو۔

معروف عربی قاعدے سے 'ثم' تراخی' یعنی کہ دیر کے لیے ہے۔ یہ دیر گھنٹے دو گھنٹے، دن دو دن، مہینے دو مہینے اور برس دو برس اور برسہا برس کی بھی ہو سکتی ہے۔ کتاب اللہ میں اس لفظ کے متنوع استعمالات سے یہ ظاہر ہے۔[۱] یہاں تک کہ دنیا کی پوری زندگی کے ساتھ برزخ کی طویل زندگی گزارنے کے بعد انسان جب خدا کے حضور پہنچے گا تو اس موقع کے لیے بھی اسی 'ثم' کا استعمال ہوا ہے جس سے کہ اس کی وسعت اور درازی کا اندازہ ہوتا ہے:

....ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (عنکبوت: ۵۷)[۲] — ....پھر تم ہمارے ہی پاس پلٹ کر آؤ گے

....ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ (یونس: ۲۳)[۳] — ....پھر تمہارا ہمارے پاس ہی پلٹنا ہوگا۔

اس سے ایک بات تو یہ مؤکد ہوئی کہ اگر حالات کا اقتضا ہو تو غیر مسلم پناہ گزیں کو رخصت کرنے میں جلدی نہ کی جائے۔ وہ مسلمان فرد، معاشرے اور حکومت کے زیرِ سایہ پورے سکون اور اطمینان سے رہے اور جب وہ جانے کے لیے ضد کرے اور مزید رکنے کے لیے تیار نہ ہو تو اس صورت میں بھی یہ نہیں کہ گھر سے لا کر اس کو بس سڑک پر کھڑا کر دیا جائے، کہ جہاں اس کی سینگ سمائے وہ جیسے تیسے وہاں کے لیے روانہ ہو جائے، نہیں بلکہ اس موقع پر 'ثم' کے بعد قرآن کے دونوں الفاظ 'ابلغہ' اور 'مامنہ' معنی خیز ہیں اور اپنے الگ الگ تقاضے رکھتے ہیں۔

اَبْلِغْهُ — اس کو پہنچا دو

کا تقاضا ہے کہ جیسے تیسے نہیں بلکہ مشرک پناہ گزیں کو مہمان کی طرح عزّت اور تکریم کے ساتھ پہنچایا جائے۔ اس کی اپنی کمائی نہ ہو تو اس کے لیے زادِ راہ اور سفر خرچ کا انتظام کیا جائے جس سے کہ وہ پورے سکون اور اطمینان کے ساتھ اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جائے۔ آج کے حالات میں ٹرین کا سفر ہو تو رزرویشن کرایا جائے، ہوائی جہاز کا سفر ہو تو اس کے ٹکٹ کا انتظام کیا جائے اور سفر کی نوعیت اور فاصلے کی قربت اور دوری کے لحاظ سے زادِ راہ اور سفر خرچ کا الگ سے اہتمام کیا جائے۔ دوسرا لفظ:

مَاْمَنَهٗ — اس کے اطمینان کی جگہ

اس سے آگے کا مطالبہ کرتا ہے کہ غیر مسلم پناہ گزین کے وہاں پہنچنے کا انتظام کیا جائے جہاں کہ وہ امن و اطمینان کے ساتھ زندگی گزار سکے۔ اس کی پسند کی یہ امن و اطمینان کی جگہ بسا اوقات دور ہو سکتی اور کثیر مصارف کی طالب ہو سکتی ہے۔ لیکن آیتِ کریمہ کا یہ لفظ مسلمان فرد، معاشرے اور مسلمان حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ کافر اور مشرک پناہ گزین کو ہر حال میں اس کے امن و اطمینان کی جگہ تک پہنچایا جائے۔ صرف اپنے یہاں سے دفع کر دینے کو کافی نہ سمجھا جائے۔ قریب کی جگہ اور قریب کا علاقہ جو کم صرفے کا ہو لیکن وہاں غیر مسلم پناہ گزین کو اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا اطمینان نہ ہو تو ہرگز ہرگز اس کو ایسی غیر محفوظ جگہ میں نہ ڈھکیلا جائے۔ صرف اخلاقی نہیں، مسلمان فرد، معاشرے اور حکومت کی قانونی اور شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے شخص کو اس کے امن و اطمینان کی جگہ پہنچانے کا اہتمام کرے، چاہے وہ دور سے دور اور کثیر مصارف کی طالب ہو۔ جیسا کہ پہلے بات آئی، یہ غیر مسلم پناہ گزیں ایک یا چند افراد، ان کی کوئی جماعت اسی طرح ان کی بڑی سے بڑی آبادی بھی ہو سکتی ہے۔ اس سلسلے میں فرد کی طرح اگر کسی مسلمان حکومت کے وسائل کفایت نہ کریں تو زیر بحث آیتِ کریمہ پر عمل درآمد کے مقصد سے دیگر مسلمان حکومتوں یہاں تک درجہ بدرجہ پورے عالمِ اسلام کی ذمہ داری قرار پاتی ہے کہ وہ اس انسانی مسئلہ کے حل میں متعلق حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔ یہ تعاون ان کے اوپر حسبِ حیثیت اور حسبِ مقدرت واجب ہوگا اور اس میں کوتاہی پر وہ عند اللہ جواب دہ قرار پائیں گی۔

بہر حال وہ جائیں تو اپنے امن و اطمینان کی جگہ ہی جائیں اور کسی متعین مدت کی تحدید کے بغیر جب تک ان کو یہ جائے امن نصیب نہ ہو وہ مسلمان فرد، معاشرے کی طرح مسلمان حکومت کے زیرِ سایہ زندگی بسر کریں۔ زمین اللہ کی ہے، وہ اللہ کے بندے اور اس کے بندوں کے مہمان ہیں، پھر ان کو گھبرانے اور اکتانے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ جب تک مسلمان معاشرے اور اسلامی حکومت کی کوئی مخصوص مصلحت اور مخصوص ضرورت اس کے برعکس کی متقاضی نہ ہو، اسلامی ریاست کے غیر مسلم پناہ گزیں کو اپنے اس حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ جس سے یہ بات اپنے آپ نکلتی ہے کہ ایسی ہی کوئی دوسری مصلحت اور رکاوٹ نہ ہو تو ایسے پناہ گزینوں کو عارضی شہریت کے ساتھ اسلامی ریاست کی مستقل شہریت بھی دی جا سکتی ہے۔ اصولی طور پر اس کی پوری گنجائش نکلتی ہے[۱۵]

# عام انسانی حقوق کا اہتمام

اصول ہے کہ بڑی چیز حاصل ہو جائے تو چھوٹی چیز کے اپنے آپ حاصل ہونے کی امید کی جاتی ہے۔ مہمان کے لیے الگ کمرہ، نہانے کے لیے گرم پانی اور اخبار کی سہولت ہو تو اپنے آپ امید کی جاتی ہے کہ ناشتہ وقت پر ملے گا اور کھانے میں دیر نہ ہوگی۔ غیر مسلم پناہ گزیں کے لیے قرآن جب وہ ضمن کرتا ہے جس کی تفصیل اوپر گزری تو اس سے اپنے آپ نکلتا ہے کہ اللہ کے دین میں اس کے عام انسانی حقوق کا کتنا خیال ہوگا اور اسلام ان کے سلسلے میں کس درجہ مستعد اور چوکس ہوگا۔ معلوم ہے کہ اسلام میں خدمتِ خلق اور حسنِ سلوک کی کس قدر تاکید ہے۔ یہ خدمت اور سلوک عقیدے اور مذہب کی قید سے بے نیاز ہے۔ صرف انسان کا انسان ہونا اس کے لیے کافی ہے کہ آڑے وقت میں اس کے کام آیا جائے اور اس کے ساتھ رحمت و نرمی کا سلوک کیا جائے۔ اسلام میں اخلاق کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ ہیں۔ اپنی عدل و رحمت کی صفات کے ساتھ اللہ رب العزت کا اپنے بندوں کے ساتھ جس وسعت اور کشادگی کا معاملہ ہے کہ وہ اپنے نہ ماننے والوں کو بھی اچھی طرح کھلاتا پلاتا اور ان کو ہر طرح سے نوازتا ہے، ان کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے اس پر ایمان لانے والے اس کے محبوب بندوں کے رویّے کو بھی اس سے مختلف نہیں ہونا چاہیے۔

قرآن میں اہلِ ایمان کو صاف حکم ہے کہ مسلم و غیر مسلم کے کسی امتیاز کے بغیر وہ ہر ایک سے بھلی بات کہیں:

.... وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا (بقرہ: ۸۳)[۱۵] .... اور تمام لوگوں سے بھلی بات کہو

نیز یہ کہ علی الاطلاق وہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا معاملہ کریں:

.... وَافْعَلُوا الْخَيْرَ (حج: ۷۷)[۱۶] .... اور ہر ایک کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کرو۔

اسی طرح حدیث میں اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید ہے:

| | |
|---|---|
| الراحمون یرحمہم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء[۱۷] | رحم کرنے والے لوگ، اللہ ان پر رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ |

نیز یہ کہ:

| | |
|---|---|
| الخلق عیال اللہ فاحبُّ الخلقِ الی اللہ من اَحسنَ الی عیالہ[۸۱] | (تمام) مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ تو اپنی مخلوق میں اللہ کو سب سے زیادہ پسندیدہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اسی طرح حسنِ سلوک کا معاملہ کرے۔ |

اس کے لحاظ سے اسلام میں اس کے کسی ماننے والے کے اوپر غیر مسلموں کے جو حقوق مرتب ہوتے ہیں، غیر مسلم پناہ گزیں اس کی طرف سے بدرجۂ اولیٰ ان حقوق کا مستحق ہوگا۔ اسلام اگر عقیدے، مذہب، رنگ، نسل، زبان اور علاقائیت کی بنیاد پر انسانوں اور انسانوں کے درمیان فرق و امتیاز کا قائل نہیں ہے تو غیر مسلم پناہ گزیں کے ساتھ ان کی بنیاد پر اس سے بڑھ کر اس کے نزدیک کسی قسم کا امتیاز برتنا ہرگز ہرگز جائز اور درست نہیں ہوگا۔ اسلام اپنے غیر مسلم مستقل شہریوں 'اہل ذمہ' کے ساتھ جس حسنِ سلوک کی تاکید کرتا ہے اور ان کے لیے بھرپور انسانی حقوق کی ضمانت فراہم کرتا ہے، غیر مسلم پناہ گزیں اس سے بھی زیادہ ان حقوق کا حقدار اور اس حسنِ سلوک کا مستحق ہوگا۔ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو کیا حقوق حاصل ہیں اور اسلام کی عدل گستری ان کے لیے کون کون سی غیر معمولی مراعات اور سہولتیں فراہم کرتی ہے، اس کی تفصیل میں قدیم سے جدید تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے[۱۹] اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

## دیگر متعلقہ حقوق

جہاں تک غیر مسلم پناہ گزینوں کے دیگر حقوق و فرائض کا سوال ہے تو اس میں معاش کے حصول اور اپنے بچوں کو مذہبی تعلیم کی آزادی جیسے حقوق میں کسی تخفیف کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ جب اسلامی ریاست کے مستقل غیر مسلم شہریوں کو حدود کی رعایت سے اس کی آزادی حاصل ہے جس کی تفصیل اوپر کے حوالہ میں دیکھی جا سکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم پناہ گزیں کو یہ سہولت حاصل نہ ہو۔ اسی طرح اپنی تفصیلات کے ساتھ اسلامی ریاست کے ملکی قانون (Law of the land) کے بھی یہ اہل ذمہ کی طرح پوری طرح سے پابند ہوں گے۔ اس کی تفصیلات بھی اسی حوالہ

میں دیکھنی چاہئیں[۲۰]۔ جہاں تک اسلامی ریاست کے غیر مسلم پناہ گزینوں کی شہریت، اسی طرح سیاست اور انتظامیہ اور ملازمت میں ان کی شرکت کا سوال ہے، اس کی گنجائش اور عدمِ گنجائش کا فیصلہ متعلقہ حکومت اپنے حالات اور مصالح کی روشنی میں ہی کر سکتی ہے اور اس کے سلسلے میں کوئی عمومی اور اصولی موقف متعین نہیں کیا جا سکتا ہے۔

# حواشی وحوالہ جات

۱ھ چند حوالوں کے لیے: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ م ۱۹۷۹ء انسان کے بنیادی حقوق، محمد صلاح الدین م ۱۹۹۴ء بنیادی حقوق۔ نیز خاکسار کی کتاب 'اسلام کا تصورِ مساوات' کی بحث 'شہریت کے حقوق'، جنگ کے پس منظر میں انسانی حقوق کی تفصیل کے لیے: مولانا مودودیؒ کی شاہ کار 'الجہاد فی الاسلام' کے متعلقہ مباحث۔ جملہ کتب مطبوعہ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی۔

۲ھ ہمارے یہاں اردو کے سیرت اور تاریخ کے ذخیرے میں عام طور پر 'ہجرتِ حبشہ اور شاہِ نجاشی کے کردار' کا ذکر سرسری ہے اور ہر جگہ ایک ہی طرح کے مواد کا اعادہ ہے۔ اس کو مستقل موضوع بنا کر تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے۔ دوسرے پہلو سے شاہِ حبشہ کے کردار کے ایک جائزے کے لیے ہماری کتاب 'مسلمان اقلیتوں کا مطلوبہ کردار، نظرِ ثانی شدہ (منتظرِ طبع)۔

۳ھ اس مضمون کی احادیث کی تفصیل کے لیے ہماری کتاب 'مومنانہ زندگی کے اوصاف' کا مضمون 'مرحمت و مواسات'، شائع کردہ: مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی۔

۴ھ ہمارے یہاں ابھی عام طور پر صدرِ اول کی تاریخ کے بیانیہ مطالعہ کا رواج ہے۔ اسلامی تاریخ کے استنباطی اور استخراجی مطالعہ کی بہت کمی ہے۔ عصری جامعات کے تاریخ کے اسکالرس کے ساتھ ہمارے علماء کرام کو بھی اب اس طرف توجہ دینی چاہیے۔

۵ھ تفصیل کے لیے ہماری کتاب 'شادی کی رسمیں اور اسلام' کا مضمون 'چوتھی'، منتظرِ طبع۔

۶ھ مشہور حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ: لا ھجرۃ بعد الفتح ولکن جہاد ونیۃ روایت بخاری ومسلم بحوالہ: نووی: ریاض الصالحین/ ۷، مصطفی البابی الحلبی واولادہ، مصر ۱۹۳۸ء۔ مزید ملاحظہ ہو: ہمارا تحقیقی ترجمہ: دعوتِ دین کے علمی تقاضے/ ۱۰۹۔ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی۔

۷ھ تفصیل کے لیے: مولانا سید جلال الدین عمری: غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق: نیز خاکسار کی کتاب 'اسلام اور آزادئ فکر و عمل' (منتظر طبع) پہلی: مطبوعہ: ادارۂ تحقیق و تصنیفِ اسلامی، علی گڑھ

نیز : مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ : اسلامی ریاست کی بحث 'غیر مسلموں کے حقوق'، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور، بار اول ۱۹۶۲ء

۸ھ فقہ قدیم سے اس کے جائزہ کے لیے : امام محمد صاحب ابی حنیفہ اور ان کے شارح شمس الائمہ سرخسی کی المبسوط : ۴/ ۳۸ - ۴۴، ۵/ ۴۸ - ۲۰۰، ۱۰/ ۶۶ - ۱۲۳ وغیرہ دیگر طبع جدید، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔ طبعہ اولیٰ ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء۔ نیز انہی دونوں کی : شرح السیر الکبیر : ۱/ ۱۶۸ - ۲۶۸، آخر جلد ۲ - ۹۶/ ۱۰۲، ۳/ ۹۴ - ۱۰۹، ۴/ ۸۶ - ۱۵۷ وغیرہ، جہاں جابجا اس سے متعلق کسی مسئلہ یا جزئیہ کا ذکر ہے۔ طبع قدیم : دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد الدکن، اردو میں اس کی ایک جھلک کے لیے : شیخ ابوزہرہ مصری کی کتاب کا ہمارا ترجمہ : انسانی معاشرہ ـــ اسلام کے سائے میں / ۲۲۷ اور اس سے آگے۔ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی۔

۹ھ سورۃ العذاب، حضرت حذیفہؓ کی روایت۔ تفسیر الجلالین / ۲۲۹، طبع جدید، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۳ء اس سورہ کے ایسے ہی دوسرے نام 'فاضحہ'، 'مبعثرہ'، اور 'مقشقشۃ' ہیں کہ یہ لوگوں کی قلعی کھولنے والی اور ان کو آئینہ دکھانے والی ہے۔ قاضی ابوبکر بن عربی مالکی م ۵۴۳ھ : احکام القرآن : ۱/ ۳۶۵، مطبعہ السعادہ مصر ۱۳۳۱ھ، طبعہ اولیٰ۔

۱۰ھ حوالہ کے لیے ہماری کتاب 'اسلام اور آزادیٔ فکر و عمل' کی بحث 'علم دین کے حصول کی آزادی' محولہ بالا۔

۱۱ھ سردست اس کے صرف تین نظائر: مدثر: ۲۱ - ۲۴، قیامہ: ۳۱ - ۳۳ اور مومنون: ۱۳ - ۱۶۔

۱۲ھ مزید کے لیے : روم : ۱۱، سجدہ : ۱۱ اور زمر : ۴۴۔

۱۳ھ نیز ملاحظہ ہو : آل عمران : ۵۵، انعام : ۶۰ اور ۱۶۴۔

۱۴ھ اس موقع پر علماء کی ایک جماعت کی طرف سے کہا گیا ہے کہ دار الحرب سے آنے والے کسی غیر مسلم کو دار الاسلام میں سال بھر ٹھہرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ہاں چار مہینے تک وہ ٹھہر سکتا ہے۔ جہاں تک چار مہینے سے اوپر اور سال بھر سے کم مدت کا سوال ہے تو اس کے سلسلے میں حضرت امام شافعیؒ اور دیگر علماء کے دو قول ہیں۔ ایک کے مطابق یہ جائز اور دوسرے کے مطابق ناجائز ہے۔ حافظ ابن کثیر م ۷۷۴ھ : تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۱۳۳۷، مکتبہ تجاریہ کبریٰ، مصر ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور امت کے علماء اور ان کے اربابِ حل و عقد کے لیے اپنے حالات کے لحاظ سے اس سے ہٹ کر بھی رائے بنانے اور اس پر عمل کرنے کی پوری گنجائش ہے۔ اسی طرح اس سلسلے میں فقہائے احناف کے یہاں یہ جو کہا گیا ہے کہ امام کی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی سبب اور عذر کے بغیر کسی حربی کو دار الاسلام میں یوں ہی پڑا نہ رہنے دے بلکہ کام ختم ہو جانے پر اسے اس کے گھر چلے

جانے کے لیے اقدام کرے نیز یہ کہ اس اقدام کے بعد بھی اگر وہ سال بھر تک دارالاسلام میں پڑا رہتا ہے تو تو وہ 'ذمی' ہوجائے گا اور اس سے خراج وصول کیا جائے گا۔ ابوبکر الجصاص م ۳۷۰ھ : احکام القرآن : ۳/۴ ۱۰، مطبعہ بہیہ، مصر ۱۳۴۷ھ۔ تو فقہ حنفی کی یہ رائے بھی مبنی بر اجتہاد ہی ہے اور بدلے ہوئے حالات میں اس سے مختلف رائے اختیار کی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی واضح رہے کہ حکومتِ اسلامیہ کے علاوہ عام حالات میں امان دینے کا یہ حق آزاد کی طرح، غلام، عورت اور بچے ہر ایک کو حاصل ہوگا۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی شرطوں کے ساتھ غلام کی امان کے حق کے قائل ہیں۔ حضرات مالکیہ کے یہاں بچے کی امان کا معاملہ بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ ابن العربی : احکام القرآن : ۱/۳۷۰-۳۷۱، محولہ بالا۔

۱۵؎ دوسری نظیر کے لیے : اسراء: ۵۴ ۱۶؎ ایضا : آل عمران : ۱۱۵

۱۷؎ جامع ترمذی جلد ۲ ابواب البر والصلہ، باب ماجاء فی رحمۃ الناس، رشیدیہ دہلی

۱۸؎ بیہقی فی شعب الایمان بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح / ۴۲۵، رشیدیہ دہلی

۱۹؎ اسی مضمون کے حواشی ۱ اور ۲ ۲۰؎ حاشیہ ۱۹ سے مراجعت

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کی ایک اہم پیش کش

مذہب کا اسلامی تصوّر

مولانا سلطان احمد اصلاحی

اس کتاب میں معاملاتِ دنیا سے مذہب کی بے دخلی کے تصور کو اس کے خاص تاریخی تناظر میں دیکھا گیا ہے۔ کتاب کے پہلے باب میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ چرچ کے ناقابلِ بیان مظالم کے نتیجے میں یورپ میں چرچ اور اسٹیٹ کی علیحدگی اور مسیحیت سے بے زاری کے ساتھ خود مذہب سے بے زاری پیدا ہوگئی تھی۔ دوسرے باب میں قرآن اور سنت کی روشنی میں اسلام کے مطلوبہ تصورِ مذہب کو پورے شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

آفسٹ کی عمدہ طباعت صفحات ۵۹۱ قیمت مجلد صرف ۱۰۰ روپے

ملنے کے پتے

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی، دودھ پور علی گڑھ

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز۔ ابوالفضل انکلیو۔ نئی دہلی ۲۵